ملفوظاتِ رُومی

فِیہِ مَا فِیہِ

مولانا جلال الدّین رُومیؒ

ترجمۃ

عبدالرّشید تبسّم

ادارۂ ثقافتِ اسلامیّہ

طبع پنجم جون ۲۰۰۰ء

ناشر: ڈاکٹر رشید احمد (جالندھری)
ناظم ادارۂ ثقافت اسلامیہ
۲۔ کلب روڈ، لاہور

تعداد: ۱۱۰۰

مطبع: مکتبہ جدید پریس، لاہور

قیمت: ۲۰۰ روپے

اس کتاب کی طباعت و اشاعت اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، محکمہ اطلاعات و ثقافت، حکومت پنجاب اور انفاق فاؤنڈیشن، کراچی کی مالی معاونت کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔ شکریہ!

ISBN 969—469—096—X

فہرست مضامین

تعریف میری ہی ہے۔

حکایت: کہتے ہیں، ایک بادشاہ نے اپنا بیٹا ایک اہلِ ہنر جماعت کے سپرد کر رکھا تھا کہ وہ اہلِ ہنر اسے علمِ نجوم اور رمل وغیرہ سکھائیں۔ انہوں نے اسے لکھا پڑھا کر مسلم الثبوت استاد بنا دیا۔ بیوقوفی اور احمق پن اس میں بکمال موجود تھا۔ ایک دن بادشاہ نے انگوٹھی اپنی مٹھی میں دبائی اور بیٹے کا امتحان لیا۔ کہا بیٹا مجھے بتاؤ تو میری مٹھی میں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا آپ کی مٹھی میں کوئی ایسی چیز ہے جو گول ہے، زرد ہے اور اندر سے خالی ہے۔ بادشاہ نے کہا، جب تم نے ساری نشانیاں ٹھیک بتا دی ہیں، تو اب حکم لگاؤ کہ وہ کیا چیز ہے؟ وہ بولا اسے دف ہونا چاہیے۔ بادشاہ نے کہا، بیٹا! تو نے کئی بڑی مشکل نشانیاں بتا دیں، جن سے عقل ورطۂ حیرت میں پڑ گئی۔ لیکن یہ چھوٹی سے بات تیرے علم اور عقل میں کیوں نہ آئی کہ دف جتنی بڑی چیز مٹھی میں نہیں آسکتی!

اسی طرح ہمارے زمانے کے علماء کئی علوم میں موشگافیاں کرتے ہیں اور جن چیزوں کا تعلق ان سے نہیں، انہیں خوب سمجھتے ہیں۔ اور ان پر بہت حاوی ہیں اور جو چیز سب سے بڑی اور سب سے قریب تر ہے، وہ ان کی اپنی خودی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اپنی خودی کو نہیں جانتا۔ چیزوں کی حرمت و حلت کے متعلق یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ چیز جائز ہے اور وہ ناجائز۔ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام۔ لیکن ان میں سے اپنے آپ کو کوئی جانتا ہے کہ وہ حلال ہے یا حرام؟ جائز ہے یا ناجائز؟ پاک ہے یا ناپاک؟ پس اس کا یہ خلا، زردی، نقش اور گولائی سب عارضی ہیں۔ تو اسے آگ میں ڈال دے۔ تو ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا، ذات ان سب سے معرا ہے۔

وہ جس چیز کی نشانی بتاتے ہیں۔ وہ علم، فعل اور قول سے ایسی ہی ہوتی ہے اور جوہر یعنی اصل ذات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ان سب کے بعد باقی رہنے والی چیز

ذات ہی ہے۔ ان کی بتائی ہوئی نشانیاں ایسی ہی ہیں۔ یہ وہ سب نشانیاں بتا دیتے ہیں۔ اور ان نشانیوں کی تشریح خوب کرتے ہیں۔ اور آخر میں حکم لگاتے ہیں کہ مٹھی کے اندر دف ہے۔ جو چیز کہ اصل ہے، اس کی انہیں خبر نہیں ہوتی۔ میں پرندہ ہوں، بلبل ہوں یا طوطی ہوں۔ اگر وہ مجھے کہیں تم کسی اور قسم کی آواز نکالو تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میری یہی آواز ہے۔ میں کسی دوسری طرز پر نہیں بول سکتا۔ اس کے برعکس اگر کسی نے پرندہ کی آواز سیکھی ہے تو وہ خود پرندہ نہیں ہے۔ وہ صیاد ہے اور پرندوں کا دشمن ہے۔ وہ پرندوں جیسی آواز اس لیے نکالتا ہے کہ اسے پرندہ سمجھیں۔ اگر انہیں حکم دیا جائے کہ اس آواز کے علاوہ تو کسی اور رنگ کی آواز نکال تو وہ بھی نکال سکتا ہے۔ چونکہ پہلی آواز بھی اس کی مانگی ہوئی تھی اور اس کی اپنی نہیں تھی۔ وہ کسی دوسری قسم کی آواز بھی نکال سکتا ہے۔ چونکہ اس نے دوسرے لوگوں کا مال چرانا سیکھ لیا ہے۔ وہ ہر گھر کا مال اپنا ظاہر کر کے دکھاتا ہے۔

[چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے، داغ اپنا کلی کلی کو
وہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہو گا
اقبال]

ارتقاء

کہا یہ کتنی مہربانی ہے کہ مولانا تشریف لے آئے۔ مجھے اس کی توقع نہ تھی۔ اور مجھے یہ وہم تک نہ تھا۔ میں اس لائق کہاں۔ مجھے چاہیے میں رات دن ہاتھ باندھے ان کے نوکروں اور خادموں کے زمرہ اور حلقہ میں رہوں۔ ابھی میں اس قابل نہیں ہوں، یہ ان کی